بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک برس دلی میں ہیضے کی بڑی سخت وبا آئی۔ نصوح نے ہیضہ کیا اور سمجھا کہ مرا چاہتا ہے۔ یاس[۱] کے عالم میں اسکو مواخذۂ عاقبت[۲] کا تصور بندھا۔ ڈراکرنے اسکو خواب آور دوا دی تھی۔ سو گیا تو وہی تصور اسکو خواب موحش[۳] بنکر نظر آیا۔

اب[۴] سے دور ایک سال دلی میں ہیضے کا آغاز ورہوا کہ ایک حکیم بقا[۵] کے کوچے سے ہر روز تیس[۳۰] تیس چالیس[۴۰] چالیس آدمی کھچنے[۶] لگے ایک بازار موت تو البتہ گرم[۷] تھا ورنہ جدھر جاؤ سناٹا[۸] اور ویرانی۔ جس طرف نگاہ کرو وحشت و پریشانی۔ جن بازاروں میں آدھی آدھی رات تک کھوے[۹] سے کھوا چھلتا تھا ایسے اُجڑے پڑے تھے کہ دِن دوپہر جاتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا تھا۔ کٹوروں کی جھنکار[۱۰] موقوف۔ سودے والوں کی

[۱] نا امیدی ۱۲ [۲] آخرت یعنی روز قیامت کی پکڑ اور باز پرس ۱۲ [۳] ڈراؤنا خواب ۱۲ [۴] یہ دُعائیہ ہے یعنی خدا کرے کہ پھر نہ آئے ۱۲ [۵] دلی میں قاضی کے حوض کے پاس اب بھی حکیم بقا کا کوچہ موجود ہے اس میں حکیم بقاء اللہ خاں کے پوتے پڑپوتے رہتے اور مطب کرتے ہیں ۱۲ [۶] گھٹنے کم ہونے ۱۲ [۷] بازار میں رونق اور چہل پہل ہونے کو بازار کا گرم ہونا کہتے ہیں ۱۲ [۸] ... [۹] کھوے سے کھوا چھلنا بھیڑ کی دلیل ہے ۱۲ [۱۰] کٹوروں کے بجنے کی آواز دلی میں سقے کٹورے بجاتے ہوئے پانی پلاتے پھرتے ہیں ۱۲

پکار بند۔ ملنا جلنا۔ اختلاط[1] و ملاقات۔ آمد و شد[2]۔ بیمار پرسی و عیادت[3]۔ بازدید[4] و زیارت[5]۔ مہمان نوازی و ضیافت[6]۔ کل رسمیں لوگوں نے اُٹھا دیں۔ ہر شخص اپنی حالت میں مبتلا۔ مصیبت میں گرفتار زندگی سے مایوس[7] کہنے کو زندہ پر مُردے سے بدتر۔ نہ دل میں ہمت۔ نہ ہاتھ پاؤں میں سکت[8]۔ یا تو گھر میں اٹوانٹی[9] کھٹوانٹی لے کر پڑ رہا یا کسی بیمار کی تیمارداری[10] کی یا کسی عزیز آشنا کا مرنا یاد کر کے کچھ رو پیٹ لیا۔ مرگ مفاجات[11] حقیقت میں اُن ہی دنوں کی موت تھی نہ نشان نہ گمان اچھے خاصے چلتے پھرتے یکایک طبیعت نے ماش[12] کی پہلی ہی کلی[13] میں حواس[14] خمسہ مختل ہو گئے اِلَّا مَا[15] شَآءَ اللّٰهُ کوئی جزئی[16] بچ گیا تو بچ گیا ورنہ جی کا متلانا اور قضائے[17] مبرم کا آجانا۔ پھر وصیت[18] کرنے تک کی مہلت نہ تھی ایک پاؤ گھنٹے میں تو بیماری دوا دُعا جان کنی اور مرنا سب کچھ ہو چکتا تھا غرض کچھ اس طرح کی عالمگیر[19] وبا تھی کہ گھر گھر اُس کا رونا پڑا تھا۔ دو پونے دو مہینے کے قریب وہ آفت شہر میں رہی مگر اتنے ہی دنوں میں شہر کچھ ادھ[20] مُوا سا ہو گیا صدہا عورتیں بیوہ ہو گئیں ہزاروں بچے یتیم بن گئے۔ جس سے پوچھو شکایت جس سے سنو فریاد مگر ایک نصوح جس کا قصہ ہم اس کتاب میں لکھنے والے ہیں کہ عالم شاکی تھا اور وہ اکیلا شکرگزار دنیا فریادی تھی اور وہ تنہا مداح نہ اس سبب سے کہ اُس کو اس آفت سے گزند نہیں پہنچا خود اُس کے گھر میں بھی اکٹھے تین آدمی اسی وبا میں تلف ہوئے۔ اچھی خاصی طرح گھر بھر رات کو سو کر اُٹھے نصوح نماز صبح کی نیت باندھ چکا تھا باپ بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ مسواک کرتے کرتے اُبکائی آئی ابھی نصوح دوگانہ[21] فرض

---

[1] ملنا ۱۲ [2] آنا جانا ۱۲ [3] عیادت اور بیمار پرسی ہم معنی ہیں ۱۲ [4] و [5] اگر زید خالد سے ملنے جائے تو عرب کے محاورے میں کہتے ہیں کہ زید نے خالد کی زیارت کی پھر خالد زید سے ملنے آئے تو خالد کا آنا بازدید ہے ۱۲ [6] دعوت ۱۲ [7] ناامید ۱۲ [8] قوت۔ طاقت ۱۲ [9] مونھ لپیٹ کر ۱۲ [10] علاج۔ دوا۔ درمن ۱۲ [11] ناگہانی موت ۱۲ [12] تلی ۱۲ [13] مراد ہے ایک دفعہ جو مونھ بھر کرتے ہو ایک کلی علم منطق میں ہوتی ہے۔ جنس۔ نوع۔ فصل۔ عرض عام۔ خاصہ جن کو کلیات خمسہ کہتے ہیں۔ کلی کے مقابل جزئی ہے جیسے انسان نوع کلی ہے اور ایک خاص آدمی مثلاً زید جزئی۔ پس کلی اور خمسہ اور جزئی کے الفاظ میں ایک لطف خاص ہے گویا منطق کا ضلع ہو گیا ۱۲ [14] اس کی صراحت دیباچے میں ہو چکی ہے ۱۲ [15] مگر جس کو خدا نے چاہا ۱۲ [16] فرد خاص ۱۲ [17] جو قضا کسی تدبیر سے ٹالے نہ ٹلے ۱۲ [18] مردہ جو کہہ مرے ۱۲ [19] عام۔ سارے جہان میں پھیلی ہوئی ۱۲ [20] آدھا سا رہ گیا ۱۲ [21] دو رکعت ۱۲

ادا نہیں کر چکا تھا سلام پھیر کر دیکھتا ہو کہ باپ نے قضا[1] کی اُن کو مٹی دے کر آیا تو رشتے کی ایک خالہ تھیں اُنکو جان بحق[2] پایا تیسرے دن گھر کی ماما رخصت ہوئین مگر نصوح کی شکرگزاری کا کچھ اور ہی سبب تھا اس کا مقولہ[3] یہ تھا کہ اِن دنوں لوگوں کی طبیعتیں بہت کچھ راستی پر آگئی تھیں دلوں میں رقت[4] و انکسار کی وہ کیفیت تھی کہ عمر بھر کی ریاضت[5] سے پیدا ہونی دشوار ہو۔ غفلت کو ایسا کاری تازیانہ[6] لگا تھا کہ ہر شخص اپنے فرائض مذہبی کے ادا کرنے مین سرگرم تھا۔ جن لوگوں نے رمضان میں بھی نماز نہیں پڑھی تھی وہ بھی پانچوں وقت سب سے پہلے مسجد میں آموجود ہوتے تھے جنھوں نے بھول کر بھی سجدہ نہیں کیا تھا ان کے اشراق[7] و تہجد[8] تک قضا نہیں ہونے پاتے تھے۔ دنیا کی بے ثباتی تعلقات زندگی کی ناپائداری سب کے دل پر منقش تھی۔ لوگوں کے سینے صلح کاری کے نور سے معمور تھے۔ غرض ان دنوں کی زندگی اُس پاکیزہ اور مقدس اور بے لوث[9] زندگی کا نمونہ تھی جو مذہب تعلیم کرتا ہو۔ نصوح یوں ہی دل کا کچا تھا جب اس نے اوّل اوّل تناوتے[10] کی گرم بازاری سُنی سرد[11] ہوگیا اور رنگت زرد پڑگئی۔ باسباب ظاہر جو تدبیرین انسداد[12] کی تھیں سب کیں۔ مکان میں نئی قلعی پھروا دی۔ پاس پڑوس والوں کو صفائی کی تاکید کی۔ گھر کے کونوں میں لوبان کی دھونی دے دی طاقوں میں کافور رکھوا دیا۔ جا بجا کوئلہ ڈلوا دیا۔ باورچی سے کہہ دیا کہ کھانے میں نمک ذرا تیز رہا کرے۔ پیاز اور سرکہ دونوں وقت دسترخوان پر آیا کرے۔ گلاب۔ ناریل دریائی[13]۔ جدوار۔ تمر ہندی[14]۔ سکنجبین وغیرہ جو دوائیں یونانی طبیب اس مرض میں استعمال کراتے ہیں تھوڑی تھوڑی سب بہم پہنچا لیں تاکہ خدانخواستہ ضرورت کے وقت کوئی چیز ڈھونڈنی نہ پڑے۔ نصوح نے یہاں تک اہتمام کیا کہ انگریزی دوائیاں بھی فراہم کیں۔ کالرا پل کی گولیاں تو وہیں کوتوالی سے لے لیں۔ کالرا ٹنکچر الہ آباد میڈیکل ہال سے روپیہ بھیجکر منگوا رکھا۔ آگرے سے ایک دوست کی معرفت کلوروڈائن کی دو شیشیاں خرید لیں۔ ایک اخبار میں لکھا دیکھا

---

[1] مر گئے۔ ادا اور قضا ایک دوسرے کی ضد ہیں اس میں بھی لطف ہی ۱۲ [2] خدا کو جان سونپ دی ۱۲ [3] اسکا کہنا یہ تھا ۱۲ [4] نرم دلی ۱۲ [5] جسمانی محنت جیسے روزے رکھنا ۱۲ [6] اثر کرنے والا کوڑا ۱۲ [7] آفتاب نکلے پیچھے کی نماز [8] آدھی رات کے بعد کی نماز ۱۲ [9] بے آمیزش۔ خالص ۱۲ [10] ہیضے کو عورتیں تناوان کہتی ہیں معنی بے نام کی بیماری ۱۲ [11] ڈر کے مارے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے گرم اور سرد صنعت تضاد ہی ۱۲ [12] روک ۱۲ [13] ناریل ۱۲ [14] املی ۱۲

کہ بنارس میں ایک بنگالی اس بیماری کا حکمی علاج کرتا ہے اور سرکار سے جو دس ہزار روپے کا انعام موعود ہے اس کا دعویٰ دار ہوا ہے چٹھی لکھ کر اُس کی دوا بھی طلب کی۔ نصوح کو ایک وجہ تسلی یہ بھی تھی کہ ایک طبیبِ حاذق اسی کے ہمسائے میں رہتا تھا۔ گور و سیاہ ہیضے کے توڑ کے واسطے اتنا سامان وافر موجود تھا مگر آخر نصوح کا گھر بھی فرشتوں کی نظر سے نہ بچا پر نہ بچا۔ باپ کی اجل آئی تو دوائیں رکھی ہی رہیں دینے اور پلانے کی نوبت بھی نہ پہنچی کہ بڑے میاں سسکیاں لینے لگے۔ وہ رشتے کی خالہ تھوڑی دیر سنبھلی تھیں لیکن وہ کچھ ایسی زندگی سے سیر تھیں کہ اُنھوں نے خود خبر کرنے میں دیر کی غرض دوا اُن کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ ماما نے البتہ انگریزی یونانی سب طرح کی دوائیں ڈکوسیں مگر اس کی عمر ہو چکی تھی۔ اوّل اوّل نصوح کو اپنی احتیاط پر کچھ یوں ہی سا تکیہ ہوا تھا مگر جب وبا کا بہت زور ہوا اور خود اُسی کے گھر میں تابڑ توڑ ایک چھوڑ تین تین موتیں ہو گئیں ناچار تن بہ تقدیر صبر و شکر کرکے بیٹھ رہا۔ غرض پورا ایک چلّہ شہر پر سختی و مصیبت کا گزرا نہیں معلوم کتنے گھر غارت ہوئے کس قدر خاندان تباہی میں آ گئے یہاں تک کہ نواب عمدۃ الملک نے ہیضہ کیا کوئی دو تین گھڑی دن چڑھتے چڑھتے شہر میں یہ خبر مشہور ہوئی اور نماز جمعہ کے بعد دیکھتے کیا ہیں کہ جنازہ جامع مسجد کے صحن میں رکھا ہے۔ یوں تو ہزار ہا آدمی شہر میں تلف ہوئے مگر عمدۃ الملک کی موت سب پر بھاری تھی اوّل تو اُن کی ٹکر کا شہر میں کوئی رئیس نہ تھا دوسرے اُن کی ذات سے غریبوں کو بہت کچھ فائدہ پہنچتا تھا گو اُن کے مرنے کا گھر گھر ماتم تھا لیکن لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ بس اب خدا نے ٹھنڈک ڈالی کیونکہ معتقداتِ عوام میں یہ بھی ہے کہ وبا بے کسی بڑے رئیس کی بھینٹ لئے نہیں جاتی۔ خیر لوگوں نے جو کچھ سمجھا ہو یوں بھی شورش بہت کچھ فرو ہو چلی تھی اور امن و امان ہوتا جاتا تھا لوگوں نے دکانیں بھی کھولنی شروع کر دیں اور دنیا کا کاروبار پھر جاری ہو چلا اُن ہی دنوں نصوح نے اپنی بیوی سے کہا کہ دو دو مہینے سے چاولوں کو ترس گئے اب خدا نے اپنا فضل کیا آج زردہ پکواؤ مگر تاکید کرنا کہ چاول کھرے نہ رہیں شام کو زردہ پکا اور گھر کے چھوٹے بڑے

ہوشیار۔ تجربہ کار ۔ ہچکیاں ۔ لفظی معنی پیٹ بھری مراد یہ کہ زندگی سے اکتا گئی تھیں ۔ بھروسا ۔ اوپر تلے ۔ چالیس دن ۔ دلی کی بڑی مسجد جس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے لوگ اُس دن مُردوں کے جنازے جامع مسجد میں لے آتے ہیں تاکہ بہت سے نمازی جنازے کی نماز پڑھیں ۔ برابر کا۔ مقابلے کا ۔ یعنی بیماری کا زور دبا ۔ عام لوگوں کے عقائد ۔ قربانی ۔ دب چلی تھی ۔

سب نے کھایا اور حسب عادت سو رہے۔ کوئی پہر رات باقی رہی ہوگی کہ دفعتہً نصوح کی آنکھ کھل گئی۔ جاگا تو پیٹ میں آگ پھنکی ہوئی تھی۔ اُٹھتے اُٹھتے کئی مرتبہ طبیعت نے مالش کی اس نے ننگے سر جلدی سے صحن میں نکل کر ٹہلنا شروع کیا خوب کس کر دونوں بازو باندھے گلے میں توسے کی سیاہی تھوپی عطر کا پھویا ناک میں رکھا اور طبیعت کو دوسری طرف مصروف کیا مگر معلوم ہوتا تھا کہ حلق تک کوئی چیز بھری ہوئی ہے بہتیرا ضبط کیا بہتیرا ٹالا آخر بڑے زور سے استفراغ[1] ہوا۔ گھر والے سب جاگ اُٹھے۔ نصوح کو اس حالت میں باہر بیٹھا ہوا دیکھ سب کے کلیجے دھک[2] سے رہ گئے۔ کوئی پانی اور بیسن لے کر دوڑا کوئی الائچی ڈال پان بنا کر پاس آکھڑا ہوا۔ کوئی پنکھا جھلنے لگا۔ نصوح کو تو لاکر چارپائی پر لٹایا اور اب سب لوگ لگے اپنی اپنی تجویزیں کرنے۔ کسی نے کہا خرابیت ہی غذا تھی۔ کوئی بولا زردے میں گھی بُرا تھا۔ کوئی کہنے لگا کھرچن کا فساد ہے غرض یہ صلاح ہوئی کہ ہیضہ وبائی نہیں ہے گلاب اور سونف کا عرق دیا جائے اور گھبرانے کی بات نہیں صبح تک طبیعت صاف ہو جائے گی خیر یہ تو تیمارداروں کا حال تھا نصوح اگرچہ تکان کی وجہ سے مضمحل[3] ہو گیا تھا مگر ہوش و حواس سب خدا کے فضل سے برجا تھے۔ سب کی صلاحیں اور تجویزیں سنتا تھا اور دوا جو لوگ پلاتے تھے پی لیتا تھا۔ لیکن استفراغ ہونے کے ساتھ ہی اُس نے کہہ دیا تھا کہ لو صاحب خدا حافظ ہم بھی رخصت ہوتے ہیں۔ استفراغ امتلائی[4] مجھ کو بارہا ہوئے ہیں۔ مگر کچھ میرا جی اندر سے بیٹھا جاتا ہے اور ہاتھ پاؤں میں سنسنی سی چلی آرہی ہے اتنا کہنے کے بعد تو نصوح دوسری ہی اُدھیڑبُن میں لگ گیا اور سمجھا کہ بس دنیا سے چلا۔ صبح ہوتے ہوتے رداءت[5] کے کل آثار پیدا ہوگئے۔ برد اطراف[6]۔ تشنج[7]۔ ضعف۔ متلی۔ اسہال[8]۔ تشنگی۔ ہر ایک کیفیت اشتداد[9] پر تھی منہ اندھیرے آدمی حکیم کے پاس دوڑا گیا۔ حکیم جی خود خفقانی المزاج ہیضے کے نام سے کوسوں بھاگتے تھے مگر ہمسائگی مدت کی راہ و رسم طوعاً و کرہاً[10] آئے اور کھڑے کھڑے چھدّا[11] سا اُتار کر چلے گئے بیماری میں تو بولنے اور بات کرنے کی بھی طاقت نہ تھی ایک پہر ہی بھر کی بیماری میں چارپائی سے لگ گیا تھا۔ عورتوں نے پردے میں سے جھانک

[1] قے ۱۲ [2] جیسے دفعتہً آگے سے دھکا لگ جائے ۱۲ [3] ڈھال ۱۲ [4] بہت کھا جانے کی وجہ سے قے ہو ۱۲ [5] بگاڑ ۱۲ [6] ہاتھ پاؤں کا ٹھنڈا پڑ جانا ۱۲ [7] اینٹھن ۱۲ [8] دست ۱۲ [9] سختی۔ ترقی ۱۲ [10] چار و ناچار ۱۲ [11] الاہنا ۱۲

اس گھبراہٹ میں زبان نے یاری دی کہا لیکن حکیم صاحب یہی کہے چلے گئے کہ برف کے پانی میں ناحق[1] دیاسلائی
گھس گھس کر پلائے جاؤ۔ تیمارداروں کو ایسی سرسری[2] تشخیص اور ایسی رواروی کی تجویز سے کیا خاک تسلی
ہوتی فوراً آدمی کو شفاخانے دوڑایا اور ڈاکٹر دوا لے صدا[3] کی طرح آموجود ہوا۔ اوپر تلے چار پڑیاں تو اس نے
اپنے سامنے بلائیں چلتے ہوئے ایک عرق دیا گیا کہ پاؤ گھنٹے بعد پلا کر مریض کو علیحدہ مکان میں اکیلا لٹا دینا
کوئی آدمی اس کے پاس نہ رہے تاکہ اس کو نیند آجائے۔ اگر سو گیا تو جانتا کہ بچ گیا۔ فوراً ہم کو خبر دینا۔ ڈاکٹر
کے حکم کے مطابق نصوح کو اکیلے دالان میں سلا کر لوگ ادھر ادھر ٹل گئے۔ مگر دبے پاؤں[4] آ کر دیکھ دیکھ جاتے
تھے۔ نصوح کے دل کی جو کیفیت تھی وہ البتہ عبرت انگیز[5] تھی۔ یہ کچھ تو بیماری کا اشتداد ہوا مگر ہوش و حواس
سب بدستور تھے وہ اپنے خیال میں ڈوبا ہوا تھا لوگ جانتے تھے کہ غش میں پڑا ہے۔ ابتدا میں تو نصوح
بھی اپنی نسبت مرنے کا تصور کرنے سے گریز[6] کرتا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ اپنے تئیں مرنے والا سمجھے بلکہ جو لوگ
اس کی علالت کو سوء ہضم[7] اور امتلاء کی وجہ سے تجویز کرتے تھے دل میں ان کی رائے کی تحسین[8] کرتا تھا لیکن افسوس
یہ مسرت[9] نصوح کو بہت ہی ذرا سی دیر تک نصیب ہوئی دم بدم اس کی حالت ایسی ردی ہوتی جاتی تھی کہ زندگی
کے تمام تر احتمالات ضعیف تھے آخر چار و ناچار اس کو سمجھنا پڑا کہ اب میں دنیا میں چند ساعت کا مہمان
اور ہوں اذعان[10] مرگ کے ساتھ پہلا قلق[11] اس کو دنیا کی مفارقت[12] کا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مرنا وہ سفر ہے جس کا انقطاع[13]
نہیں۔ وہ جدائی ہے جس کے بعد وصال[14] نہیں۔ وہ گمشدگی ہے جس کی کبھی بازیافت[15] نہیں وہ غشی ہے جس سے
افاقہ نہیں وہ بیگانگی ہے جس کے پیچھے کچھ تعلق نہیں۔ کبھی وہ بیوی بچوں کو دیکھ کر روتا اور کبھی ساز و سامان
دنیا پر نظر کر کے سر کو دھنتا اور کہتا ؎

حیف[16] در چشم زدن صحبت یار آخر شد ‌ ‌ ‌ روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

---

[1] یوں ہی بے سوچے سمجھے ۱۲ [2] چل چلاؤ کی ۱۲ [3] گونج کی آواز جو لوٹ کر آتی ہے ۱۲ [4] آہستہ کہ پاؤں کی
آہٹ نہ ہو ۱۲ [5] یعنی اس کے سننے سے ڈر لگتا ہے ۱۲ [6] بھاگتا تھا۔ بچتا تھا ۱۲ [7] بدہضمی ۱۲ [8] کہتا تھا انھوں
نے ٹھیک سمجھا ۱۲ [9] خوشی ۱۲ [10] موت کا یقین ۱۲ [11] رنج ۱۲ [12] جدائی ۱۲ [13] ہوچکنا ۱۲ [14] ملنا
[15] کھو کر پا جانا ۱۲ [16] افسوس پلک جھپکانے میں یار کی صحبت ختم ہو گئی۔ ہم پھول کے منھ کو اچھی طرح دیکھنے بھی
نہیں پائے کہ بہار کا موسم ہو چکا ۱۲

جس جس پہلو سے غور کرتا تھا اپنا مرنا اُس کو بے وقت معلوم ہوتا تھا بیوی کو دیکھ کر اپنے جی میں سوچتا تھا کہ بھلا کوئی اس کی عمر بیوہ ہونے کی ہے۔ نہ تو اس کے میکے میں کوئی اتنا ہے کہ اس کا متکفل[1] ہو نہ بیٹوں میں کوئی اس قابل کہ گھر کو سنبھالے اندوختہ[2] جو ہے سو وہ یہی ہے ابھی ہے کب تک اکتفا[3] کرے گا دو ناکتخدا[4] بیٹیاں اس کے آگے ہیں کچا ساتھ[5] خالی ہاتھ بچوں کی پرورش کہیں سے کوڑی کی آمد کا آسرا نہیں کیا ہوگا اور کیونکر یہ پہاڑ سی[6] زندگی اس کے کاٹے کٹے گی۔ بڑا لڑکا تو پہلے ہی گویا ہاتھ[7] سے جا چکا ہے۔ رہا منجھلا امسال انٹرنس پاس[8] کرنے کو تھا اور امید تھی کہ یہ کچھ ہوگا مگر اب وہ تمام منصوبہ ہی غلط ہوا چاہتا ہے۔ میری آنکھ بند ہوئی تو کیسا پڑھنا اور کس کا امتحان یہ دو لڑکیوں کا فرض کیسا میں اپنی گردن پر لے چلا۔ بڑی لڑکی کی نسبت کن کن مصیبتوں سے ٹھہری تھی اور جب میرے رہتے یہ وقت تھی تو اب ان دکھیوں کا دیکھیے کیا ہو۔ پیش بینی[9] اور مآل اندیشی[10] کرکے پارسال گانوں لیا تھا ابھی تک پٹی داروں[11] نے اس میں اچھی طرح تسلط[12] نہیں بیٹھنے دیا۔ جال میں جو چالیس پچاس بیگھے سیر[13] کرکے نیل بو لیا تھا وہ سب گیا گزرا ہوا۔ گودام پر جو روپیہ لگا دیا تھا وہ بھی ڈوبا۔ رہنے کے مکان میں کس تنگی سے بسر ہوتی ہے کوئی مہمان آنکلتا ہے تو شرمندہ ہونا پڑتا ہے شمالی رویہ دالان در دالان بنوانے کا ارادہ تھا۔ ڈیرہ دون[14] لکڑی کا روپیہ بھیج چکا ہوں وہ نہیں آئی۔ پڑاوے والوں کو اینٹوں کی دادنی[15] دی تھی وہ نہیں پٹی[16] افسوس کہ موت نے مجھ کو مہلت نہ دی لوگوں کا لینا دینا حساب کتاب بڑے بڑے بکھیڑے ہیں آج سمجھانے بیٹھوں تو مہینوں میں جا کر چکے[17] ہوں تو ہوں۔ اجل سر پر آپہنچی تمام لینا لانا مارا پڑا۔ اے کاش ابھی کچھ نہیں تو دس بارہ برس ہی اور جی جاتا تو یہ سب انتظام اپنی خواہش کے مطابق درست کر لیتا۔ بال بچے بھی ذرا اور سیانے ہو جاتے کھانے کمانے لگتے۔ ادھر ان کی شادی بیاہ کر چکتا گانوں کا معاملہ بھی روبراہ[18] ہو جاتا۔ مکان کو اپنے طور پر بنا لیتا۔ لوگوں کا حساب کتاب سب صاف کر دیتا۔ گھر

---

[1] خرچ پات کی ذمہ واری کرنے والا ۱۲ [2] جوڑا ہوا یعنی اندازا ۱۲ [3] کفایت۔ بس ۱۲ [4] کنواری ۱۲ [5] چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ ۱۲ [6] بڑی لمبی بھاری ۱۲ [7] بس میں نہیں رہا۔ آوارہ ہو گیا ۱۲ [8] فضیلت کے درجے میں داخل ہونے کا امتحان ۱۲ [9] آئندہ کے واقعات کو پہلے سے دیکھ لینا ۱۲ [10] انجام کار کو سوچنا ۱۲ [11] زمین داری کے حصے دار ۱۲ [12] قبضہ ۱۲ [13] زمین دار کی خود کاشت ۱۲ [14] کوہ ہمالیہ میں ایک ضلع ہے وہاں لکڑی کا بڑا بھاری جنگل ہے ۱۲ [15] پیشگی رقم ۱۲ [16] ادا نہیں ہوئی ۱۲ [17] چکیں ۱۲ [18] یعنی گانوں کے معاملے کا بھی کوئی رستہ نکل آتا ۱۲

والی کے واسطے کچھ ذخیرہ[1] وافی[2] فراہم[3] کر جاتا تب فراغت سے مرتا۔ کیا مرنے میں مجھ کو کچھ عذر یا خدانخواستہ کسی طرح کا انکار تھا یا میں اتنی ذراسی بات نہیں سمجھتا کہ دنیا میں آکر مرنا ضرور ہی۔ مگر ہر چیز ایک وقت مناسب پر ٹھیک ہوتی ہی۔ یہ بھی کوئی مرنا ہی کہ ہر ایک کام کو ادھورا ہر ایک انتظام کو ناقص دنا تمام چھوڑ کر چلا جاؤں ایسا بے ہنگام[4] مرنا نہ صرف میرے لئے بلکہ تمام متعلقین اور وابستگان[5] کے لئے موجب زیاں[6] و باعث نقصان ہی۔ اگرچہ نصوح بہ نظر ظاہر ایک آزاد اور بیگانہ[7] وار زندگی بسر کرتا تھا نہ تو ہر وقت گھر میں گھسے رہنے کی اُس کی خو تھی نہ بال بچوں ہی سے کچھ بہت اختلاط کرنے کی عادت انتظام خانہ داری میں بھی بی بی کے تقاضے اور اصرار[8] سے بقدر ضرورت کچھ دخل دیا تو دیا ورنہ اِس کی بھی چنداں پروا نہ تھی اور یہی سبب تھا کہ جب کبھی سننے کا اتفاق ہوتا کہ فلاں شخص نے بڑی حسرت[9] کے ساتھ جان دی تو نصوح کو تعجب ہوتا اور کہتا کہ خدا کی شان ہو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ دنیا سے نکلنے کو انکا جی ہی نہیں چاہتا نہیں معلوم دنیا کی کون سی ادا ان کو پسند ہوتی ہی ورنہ استغفر اللہ[10] یہ دار المحن[11] انسان کے رہنے کے لائق ہی۔ صدہا بکھیڑے۔ ہزارہا مچھے روز کے جھگڑے آئے دن کی مصیبت۔ سچ ہی خدائے تعالے کا کوئی فعل[12] حکمت اور بندوں کی مصلحت سے خالی نہیں۔ ظاہر میں تو موت سب کو بُری معلوم ہوئی ہی اور اس سے لوگ ایسا ڈرتے ہیں جیسے مجرم سزا سے لیکن غور کرکے دیکھو تو مرنا بھی ایک نعمت ہی۔ انسان کی طبیعت تازگی پسند واقع ہوئی ہی جہاں ایک حالت سالہا سال رہی گو وہ کیسی ہی عمدہ اور پسندیدہ کیوں نہ ہو خواہ مخواہ آدمی اُس سے ملول[13] ہو جاتا ہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہی من وسلویٰ[14] کھانے کھاتے ایسے اکتائے کہ آخر کو اُن کے دل لہسن اور پیاز پر للچائے۔ اگر دنیا میں موت نہ ہوتی تو آدمی کنوؤں میں کود کود اور درختوں سے گر گر کر جان دیتے اور حیات طویل[15] کو عذاب مقیم[16] سمجھتے میرے دل کی تو یہ کیفیت ہی کہ مجھ کو یہاں سے چلے جانے کی مطلق پروا نہیں ورکسی

---

[1] اندوختہ ۱۲ [2] کافی ۱۲ [3] جمع ۱۲ [4] بے وقت ۱۲ [5] جو آدمی کے پلے بندھے ہوں یعنی اہل وعیال ۱۲ [6] نقصان کا سبب ۱۲ [7] ان لوگوں کی سی زندگی جن کو گھر سے لگاؤ نہیں ۱۲ [8] ضد ۱۲ [9] افسوس ۱۲ [10] خدا سے معافی چاہتا ہوں نفرت کی جگہ بولتے ہیں ۱۲ [11] مختنوں کا گھر ۱۲ [12] کام ۱۲ [13] اکتا جاتا ہی ۱۲ [14] من ایک طرح کی اوس جو جم کر ترنجبین سی ہو جاتی تھی اور سلویٰ بٹیر کی قسم کا ایک جانور من سلویٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو بے زحمت ملتا تھا ۱۲ [15] لمبی زندگی ۱۲ [16] ٹھہرا ہوا عذاب جو ٹلے نہیں ۱۲

چیز کو میں نہیں سمجھتا کہ مجھ کو اُس کی مفارقت[1] کا قلق[2] ہو۔ لیکن بڑا فرق ہے فرض[3] اور واقعات میں۔ یہ بھی نصوح کے نفس کا مکر تھا کہ وہ اپنے تئیں دنیا سے بے تعلق اور اپنی زندگی کو بے ہمہ[4] وبا ہمہ سمجھتا تھا۔ جب تک وہ دوسروں کو مرتا دیکھتا تھا اپنے تئیں مرنے پر دلیر پاتا تھا۔ لیکن جب خود اپنے سر پر آن بنی تو سب سے زیادہ بودا نکلا۔ وہ اپنے تعلقات سے واقع میں اب تک بے خبر تھا جب موت سامنے آموجود ہوئی اور چلنا ٹھہر گیا تو حقیقت کھلی کہ اِدھر زن و فرزند کا فریفتہ[5] ہے اُدھر مال و متاع[6] کا دلدادہ[7]۔ اتنا بڑا سفر تو اُس کو درپیش مگر بار علائق[8] کی وجہ سے پہلے ہی قدم پر اُس کے پاؤں ہزار ہزار من[9] کے ہو رہے تھے ریل کی سیٹی بج چکی تھی مگر یہ ابھی اسٹیشن کے باہر اسباب کے سنبھالنے میں مصروف تھا۔ اگر اسی حالت میں کہ اِس کی رُوح تعلقات دنیوی میں ڈانواں ڈول بھٹکتی ہوئی پھر رہی تھی کہیں خدانخواستہ اِس کی جان نکل جاتی تو بس دونوں جہان سے گیا گزرا ہوا تھا خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ[10]۔ ازیں سو راندہ وزاں سو درماندہ۔ مگر خدا نے بڑا ہی فضل کیا کہ نا اُمیدی نے اِس کی ہمت بندھائی اور اپنے دل میں سوچا کہ چلنا تو اب ٹلتا نہیں پھر قلق سے فائدہ اور اضطراب[11] سے حاصل۔ مرتا ہوں تو مردانہ وار کیوں نہ مروں اور استقلال کے ساتھ جان کیوں نہ دوں اس بات کا ذہن میں آنا تھا کہ دنیا کی تمام چیزوں پر ایک اُداسی سی چھا گئی اب جس چیز کو دیکھتا ہے ہیچ[12] اور بے وقعت نظر آتی ہے یہ وہ وقت تھا کہ ڈاکٹر نے اُس کو دوا پلا کر تنہا لٹوا دیا استغنا[13] سے ایک طرح کا اطمینان جو دل کو پہنچا اور اُدھر علالت کی اشتداد کا تکان تھا ہی اوپر سے پہنچی دوا جو بالخاصہ[14] خواب آور تھی اور تیمار داروں[15] کا ہجوم ہوا کم۔ لیٹا تو نیند کی ایک جھپکی سی آ گئی آنکھ کا بند ہونا تھا کہ نصوح ایک دوسری دنیا میں تھا۔ جو خیالات ابھی تھوڑی دیر ہوئی اُس کے پیش نظر تھے۔ سب اس کے دماغ میں بھرے ہوئے تھے۔ اب متخیلہ[16] نے اُن کو اگلے پچھلے تصورات سے گڈ مڈ[17] کر کے ایک نئے پیرائے[18] میں لا سامنے کھڑا کیا۔ کیا

---

[1] جُدائی ۱۲ [2] رنج ۱۲ [3] یعنی دل میں ایک بات کا مان لینا اور چیز ہے اور کر کے دکھانا دوسری چیز ۱۲ [4] سب سے الگ اور سب میں شامل ۱۲ [5] ریجھا ہوا ۱۲ [6] سامان۔ اسباب ۱۲ [7] فریفتہ کا مرادف ہے ۱۲ [8] تعلقات کا بوجھ ۱۲ [9] پاؤں ہزار ہزار من کے ہوں تو کیا ہلا جائے ۱۲ [10] دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا ۱۲ [11] بے قراری ۱۲ [12] ذلیل ۱۲ [13] بے پروائی ۱۲ [14] یعنی اس دوا میں خدا نے خاصیت ہی یہی رکھی تھی ۱۲ [15] بیمار کے خبرگیر ۱۲ [16] خیال باندھنے کی قوت ۱۲ [17] ملا جلا کر ۱۲ [18] شکل۔ صورت ۱۲

دیکھتا ہی کہ ایک بڑی عمدہ اور عالیشان عمارت ہی اور چونکہ نصوح خود بھی ڈپٹی مجسٹریٹ حاکم فوجداری رہ
چکا تھا تو اُس کو یہ تصور بندھا کہ یہ گویا ہائی کورٹ کی کچہری ہی۔ لیکن حاکم کچہری کچھ اس طرح کا رعب دار ہی
کہ باوجودیکہ ہزاروں لاکھوں آدمیوں کا اجتماع ہی مگر ہر شخص سکوت[1] کے عالم میں ایسا دم بخود[2] بیٹھا ہی کہ
گویا کسی کے منھ میں زبان نہیں اور جو کوئی بضرورت بولتا اور بات بھی کرتا ہی تو اس قدر آہستہ کہ کانوں
کان خبر نہ ہو۔ اتنی بڑی تو کچہری ہی مگر مختار اور وکیل کسی طرف دیکھنے میں نہیں آتے۔ کچہری کے عملے
اس طرح کے ٹھسّے[3] اور اپنے حاکم سے اتنا ڈرتے ہیں کہ کسی اہل معاملہ اور مقدمے والے کو اپنے پاس
تک آنے کے روادار نہیں۔ غرض کیا مجال کہ کوئی اپنے بارے میں ناجائز پیروی کر کے یا روپے
پیسے کا لالچ دکھا کر یا سعی سفارش بہم پہنچا کر کاربرآری کر سکے۔ اگرچہ انصاف اور معاملہ فہمی[4] اور ہمہ دانی[5] کی
وجہ سے حاکم کی ہیبت ادنیٰ اعلیٰ سب پر چھائی ہوئی ہی مگر جتنے مجرم ہیں کیا خفیف[6] کیا سنگین[7] کوئی اُس کے رحم
سے نا اُمید نہیں۔ اختیارات اُس کے اس قدر وسیع ہیں کہ نہ اُس کے فیصلے کی اپیل ہی نہ اُس کے حکم کا
مرافعہ۔ کام کرنے کا ایسا اچھا ڈھنگ ہی کہ کام روز کا روز صاف جتنے ہی مقدمے پیشی میں کیوں نہ ہوں
ممکن نہیں کہ تاریخ مقررہ پر فیصل نہ ہو جائیں۔ پھر یہ نہیں کہ کسی مقدمے کو رواروی اور سرسری طور پر تجویز
کر کے ٹال دیا جائے۔ نہیں۔ جو حکم صادر کیا جاتا ہی ہر عذر کو رفع[8] ہر حجت[9] کو قطع[10] بلکہ خود مجرم کو قائل معقول
کر کے اور گنہگار کے منھ سے اُس کی خطا تسلیم کرانے کے بعد۔ غرض جو تجویز ہی موجّہ[11] جو فیصلہ ہی مدلل[12] جو رائے
ہی قطعی[13] و اذعانی جو حکم ہی دودھ کا دودھ پانی کا پانی۔ گواہوں کے باب میں ایسی احتیاط ملحوظ ہی کہ صرف عدول[14]
ثقہ[15] اور راست گو[16] کی گواہی لی جاتی ہی اور وہ بھی ایسے کہ واقف الحال[17] چشم دید[18] بلکہ مجرم کے رفیق اور
ہمنشین کہ اُس کے رازدار[19] اور معین و مددگار ہوں۔ پھر کیا دیکھتا ہی کہ ہر مجرم کو فرداً فرداً[20] فرد قرارداد جرم[21] کی

---

۱ خاموشی ۱۲ ۲ سانس کو روکے ہوئے ۱۲ ۳ ٹھسّے یعنی مزاج کے رکھنے ۱۲ ۴ مقدمے کا سمجھ جانا ۱۲ ۵ ہر ایک بات
کو جان لینا ۱۲ ۶ ہلکے ۱۲ ۷ بھاری ۱۲ ۸ ہٹا کر اُٹھا کر ۱۲ ۹ دلیل ۱۲ ۱۰ توڑ کر جواب دے کر ۱۲ ۱۱ وجہ کے ساتھ ۱۲ ۱۲
دلیل کے ساتھ ۱۲ ۱۳ یقینی ۱۲ ۱۴ نیکوکار ۱۲ ۱۵ بھلے مانس ۱۲ ۱۶ سچ بولنے والے ۱۲ ۱۷ حال سے واقف ۱۲
۱۸ جنھوں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ۱۲ ۱۹ بھیدی ۱۲ ۲۰ ہر ایک کو الگ الگ ۱۲ ۲۱ فوجداری کی مثل کا ایک کاغذ
ہوتا ہی جس میں مجرم کا قصور لکھا رہتا ہی ۱۲

ایک نقل دی گئی ہے کہ وہ اُس کو پڑھ رہا ہے اور جتنے الزام اُس پر لگائے گئے ہیں سب کو سمجھتا اور اپنی براءت[1] کے وجوہات کو سوچتا ہے۔ کچہری کا خیال نصوح کو حوالات کی طرف لے گیا تو دیکھا ہر شخص ایک علیحدہ جگہ میں نظر بند ہے۔ جو جیسا مجرم ہے مناسب حالت حوالات میں سختی یا سہولت[2] کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ حوالات کے برابر جیل خانہ ہے مگر بہت ہی برا ٹھکانہ[3] ہے۔ محنت کڑی مشقت سخت۔ جو اُس میں گرفتار ہیں سولی کے متمنی[4] اور پھانسی کے خواستگار رہیں۔ نصوح یہ مقام ہولناک[5] دیکھتے ہی اُلٹے پاؤں پھرا۔ باہر آیا تو پھر حوالاتیوں اور زیر تجویزوں میں تھا۔ اِن لوگوں میں ہزارہا آدمی تو اجنبی[6] تھے لیکن جابجا شہر اور محلے کے آدمی بھی نظر آتے تھے مگر وہ جو مر چکے تھے۔ نصوح کو یہ سب سامان دیکھ کر اُسی خواب کی حالت میں ایک حیرت تھی کہ الٰہی یہ کونسا شہر ہے۔ کس کی کچہری ہے۔ یہ اتنے مجرم کہاں سے پکڑے ہوئے آئے ہیں میرے ہموطنوں نے کیا جرم کیا ہے کہ ماخوذ ہیں اور یہ کیسے مرے تھے کہ میں ان کو یہاں جواب دہی میں دیکھتا ہوں اسی حیرت میں لوگوں کو دیکھتا بھالتا چلا جاتا تھا کہ دور سے اس کو اپنے والد بزرگوار حوالاتیوں میں بیٹھے نظر پڑے۔ پہلے تو سمجھا کہ نظر غلطی کرتی ہے مگر غور کیا تو پہچانا کہ نہیں واقع میں وہی ہیں۔ دوڑ کر قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ یا حضرت ہم سب آپ کی مفارقت میں تباہ ہیں آپ یہاں کہاں۔ باپ۔ میں اپنے گناہوں کی جواب دہی میں ماخوذ[7] ہوں۔ یہ مقام جو تم دیکھتے ہو دار الجزا[8] ہے اور خداوند تعالیٰ جل وعلا شانہ[9] اس محکمے کا حاکم۔ بیٹا۔ یا حضرت آپ تو بڑے متقی پرہیزگار خدا پرست نیکو کار تھے آپ پر اور گناہوں کا الزام۔ باپ۔ گناہ بھی ایک دو نہیں سیکڑوں ہزاروں۔ دیکھو یہ میرا نامۂ اعمال کیسی رسوائی اور فضیحت سے بھرا ہوا ہے اور میں اس کو دیکھ دیکھ کر سخت پریشان ہوں کہ کیا جواب دوں گا اور کون سی وجہ اپنی براءت کی پیش کروں گا یہ وہی کاغذ تھا جو نصوح نے ہر شخص کے ہاتھ میں دیکھا تھا اور اُس کو دنیا کے خیالات کے مطابق فرد قرارداد جرم سمجھا تھا۔ باپ کا نامۂ اعمال دیکھا تو تھرا اُٹھا۔ شرک اور کفر اور نافرمانی۔ ناشکری اور بغاوت[10] اور بے ایمانی کبر و نخوت[11]۔ دروغ[12] و غیبت[13]۔ طمع[14] و حسد[15] مردم آزاری[16]

---

[1] صفائی ۱۲ [2] آسانی ۱۲ [3] بئس المصیر کا ترجمہ ہے ۱۲ [4] آرزومند ۱۲ [5] خوفناک ۱۲ [6] اوپری۔ ان جان ۱۲ [7] پکڑا ہوا ۱۲ [8] بدلا پانیکا گھر ۱۲ [9] اسکی شان بڑی اور اونچی ہے ۱۲ [10] سرکشی ۱۲ [11] غرور ۱۲ [12] جھوٹ ۱۲ [13] کسی کو پیٹھ پیچھے برا کہنا ۱۲ [14] لالچ ۱۲ [15] دوسرے کو دیکھ کر جلنا ۱۲ [16] لوگوں کو ستانا ۱۲

نفاق[1] و ریا[2] حبِّ دنیا[3] کوئی الزام نہ تھا کہ اُس میں نہ ہو۔ چونکہ نصوح کے دماغ میں خیالاتِ دُنیوی گونج رہے تھے لگا باپ کے نامۂ اعمال میں تعزیراتِ ہند کا دفعہ اور ضمن ڈھونڈھنے۔ سو تعزیراتِ ہند کے دفعات کی عوض قرآن کی سورتوں اور آیتوں کا حوالہ تھا۔ متعجب ہو کر باپ سے پوچھا کہ یا حضرت پھر کیا آپ اِن تمام جرموں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ باپ۔ سب کا۔ بیٹا۔ کیا آپ حضورِ حاکم اقرار کر چکے ہیں۔ باپ۔ اِنکار کی گنجایش ہی نہیں میری مخالفت میں گواہی اتنی وافر[4] کہ اگر میں اِنکار کروں بھی تو پزیرا[5] نہیں ہو سکتا۔ بیٹا۔ جناب وہ کون لوگ ہیں جو آپ کی مخالفت پر آمادہ ہیں۔ باپ۔ اول تو دو شخص کراماً کاتبین[6] اِس بلا کے ہیں کہ میرا کوئی فعل اُن سے مخفی[7] نہیں۔ جتنی باتیں کہتے ہیں پتے کی۔ اور کہتے کیا ہیں میرا روزنامچۂ عمری لکھے گئے ہیں۔ اب جو میں اُس کو دیکھتا ہوں حرف بحرف صحیح اور درست پاتا ہوں دوسرے یہی میرے اعضا ہاتھ پاؤں آنکھ کان وغیرہ کوئی میرے کہنے کا نہیں۔ سب کے سب مجھ سے منحرف[8] سب کے سب مجھ سے برگشتہ[9] میری مخالفت پر آمادہ میری تذلیل[10] پر کمر بستہ[11] ہو رہے ہیں۔ بیٹا۔ آخر آپ کچھ اس کی وجہ بھی سمجھتے ہیں۔ باپ۔ میں ان کو غلطی سے اعوان[12] و انصار بھیدی اور رازدار سمجھتا تھا۔ مگر واقع میں یہ سب جاسوس[13] ایزدی تھے اِنھوں نے وہ وہ سلوک میرے ساتھ کیے کہ تسمہ[14] لگا نہیں رکھا۔ بیٹا۔ پھر آپ کا کیا حال ہے۔ باپ۔ جب سے دُنیا کو چھوڑا قبر کی حوالات میں ہوں تنہائی سے جی گھبراتا ہے انجام کار معلوم نہیں شبانہ روز[15] اسی اندیشے میں پڑا گھلتا ہوں۔ حوالات میں مجھ کو اس قدر ایذا ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ مگر صبح و شام ہر روز آتے جاتے جیل خانے کے پاس سے ہو کر گزرنا ہوتا ہے۔ دوزخ وہی ہے۔ وہاں کی تکلیفات دیکھ کر اور سُن کر ہوش اُڑے جاتے ہیں اور غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ اے کاش ہمیشہ کے واسطے اسی حوالات میں رہنے کا حکم ہو جاتا۔ بیٹا۔ پھر ہنوز آپ کا مقدمہ پیش نہیں ہوا۔ باپ۔ خدا نہ کرے کہ پیش ہو۔ جو دن حوالات میں گزرتا ہے غنیمت ہے اوّل اوّل جب میں

---

[1] منہ پر کچھ دل میں کچھ ۱۲ [2] دکھاوا ۱۲ [3] دنیا کو دوست رکھنا ۱۲ [4] بہت ۱۲ [5] قبول ۱۲ [6] نیکی بدی لکھنے والے دو فرشتے جو ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتے ہیں ۱۲ [7] پوشیدہ ۱۲ [8] پھرے ہوئے ۱۲ [9] پھرے ہوئے ۱۲ [10] ذلیل کرنا ۱۲ [11] کمر باندھے ہوئے یعنی مستعد ۱۲ [12] مددگار ۱۲ [13] خدا کی طرف سے ٹوہ لینے والا ۱۲ [14] گویا گردن جڑ سے کاٹ کر جدا کر دی ۱۲ [15] رات دن ۱۲

حوالات میں آیا تو اعمال نامہ مجھ کو حوالے کر دیا گیا بس اُسی کو دیکھا اور انجام کار سے ڈرا کرتا ہوں نجات کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی۔ بیٹا۔ بھلا کسی طرح ہم لوگ آپ کی اس مصیبت میں کام آسکتے ہیں۔ باپ۔ اگر میرے لئے عاجزی اور خلوص[1] کے ساتھ دُعا کرو تو کیا عجب ہے کہ مفید ہو۔ ابھی میرے ہم سائے میں ایک شخص کی رہائی ہوئی ہے اُس پر بھی بہت سے الزام تھے مگر یہاں اللہ تعالیٰ میں کامل درجے کا انصاف ہے رحم بھی پرلے ہی سرے کا ہے اُس شخص کے پس ماندوں[2] نے اُس کے واسطے بہت زاری[3] نالی کی تو پرسوں یا اترسوں اُس کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ تیرے افعال جیسے تھے وہ اب تجھ پر مخفی نہیں رہے مگر ہمارے کئی بندے تیری معافی کے واسطے ہمارے حضور میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ تیرے ہی زن و فرزند ہیں تجھ کو تیری یہی ایک بات بھلی معلوم ہوتی ہے کہ تو نے اپنے خاندان میں نیکی اور دینداری کا بیج بو دیا جا ہم نے تیری خطا معاف کی۔ بیٹا۔ سچ کہنا تم لوگوں نے بھی کبھی میرے حق میں دعائے خیر کی ہے۔ بیٹا۔ جناب آپ کے انتقال کے بعد رونا پیٹنا تو بہت کچھ ہوا اور اب تک اس شدومد[4] کے ساتھ ہوتا ہے کہ گویا آپ نے ابھی انتقال فرمایا ہے اور یہ رونا تو ہم لوگوں کے دم کے ساتھ ہے آپ کی عنایتیں آپ کی شفقتیں جب تک جئیں گے یاد کریں گے۔ رسم دنیا کے مطابق آپ کا کھانا بھی برادری میں تقسیم کر دیا ہے۔ لوگ شاید میرے منہ پر خوش آمد سے کہتے ہوں مگر کہتے تھے کہ اس مہنگے سمے میں باپ کا کھانا اچھا کیا۔ دعا کے بارے میں غلط بات کیوں کر عرض کروں اہتمام نہیں ہوا۔ آپ کے بعد ترکہ و میراث کے ایسے جھگڑے پڑ گئے کہ آج تک نہیں سلجھے۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ تو صوم[5] و صلوٰۃ[6] کے بڑے پابند تھے کیا اعمال و افعال کچھ بھی کام نہ آئے۔ باپ۔ کیوں نہیں۔ یہ اُن ہی اعمال کا طفیل ہے کہ تم مجھ کو اس حالت میں دیکھتے ہو ورنہ بہتیرے مجھ سے بھی زیادہ تکلیف میں ہیں حوالات میں جیل خانے کی سی ایذا ہے۔ مگر یہاں اعمال میں خلوص نیت شرط ہے۔ میں نے اپنے اعمال کو آ کر دیکھا تو اکثر جیسے جھوٹے موتی کھوٹے روپے۔ نمازیں بے حضور قلب[7] اکارت گئیں اور روزے چونکہ پابندی رسم کے طور پر رکھنے کا اتفاق ہوتا تھا خالی فاقے کے شمار میں در آئے۔ بیٹا۔ پھر اس دربار میں کچھ سعی سفارش کا دخل نہیں۔ باپ۔ استغفر اللہ۔ کوئی کسی کی بات

---

[1] صدق دل ۱۲ [2] پیچھے رہی ہوئی یعنی وارثوں ۱۲ [3] گڑگڑا کر رونا ۱۲ [4] زور و شور ۱۲ [5] روزہ ۱۲ [6] نماز ۱۲ [7] یعنی دل حاضر نہ تھا ۱۲

تو پوچھتا ہی نہیں نفسی[1] نفسی پڑی ہی ہر شخص اپنی بلا میں مبتلا اور اپنی مصیبت میں گرفتار ہی۔ دوسرے کی نجات تو کوئی کیا کرائے گا پہلے ہم آپ تو سرخ رو ہو لے۔ بیٹا۔ کیوں جناب معاذ اللہ[2] یہ شرک وکفر کا الزام آپ پر کیسا ہم لوگ تو خیر سارا[3] شہر آپ کے اتقا[4] کا معتقد تھا کیا آپ خدا کے قائل نہ تھے۔ باپ۔ قائل تو تھا دل سے معتقد نہ تھا۔ بیٹا۔ جناب آپ کے تمام اعمال ظاہر سے مستنبط[5] ہوتا تھا کہ آپ کو خدائے کریم کے ساتھ بڑی راسخ[6] عقیدت ہی۔ باپ۔ وہ تمام عقیدت معلوم ہوا کہ اوپری دل سے تھی۔ جب اوّل اوّل میرا اظہار لیا گیا تو پہلا سوال مجھ سے یہی پوچھا گیا کہ تیرا رب[7] کون ہی چونکہ مرتے وقت مجھ کو ایمان کی تلقین[8] کی گئی تھی میں نے جواب دیا کہ اللہ وحدہ[9] لا شریک لہ۔ تب اس پر جرح[10] کیا گیا کہ بھلا جب تو نوکری سے برخاست ہو کر گھر آیا اور مدت تک خانہ نشین رہا اور جو کچھ کما کر لایا تھا سب صرف ہو گیا اور نان شبینہ[11] کو محتاج ہو کر نوکری کی جستجو[12] میں ادھر ادھر پھرتا اور مضطر[13] ہو ہو کر ہم سے دعائیں مانگتا تھا مگر ہم تیرا صبر و استقلال آزمانے کے لئے تیرے مدعا کو خیر التوا[14] میں ڈالے ہوئے تھے اور ایک انگریز حاکم ضلع نے کہ وہ بھی مثل تیرے ہمارا بندہ تھا ہمارے ایما[15] سے تیری پرورش[16] کا وعدہ کیا مگر ہم نے تجھ پر اپنے ایما کو ظاہر نہیں ہونے دیا اور تو یہی سمجھا کہ خود تیری ہی کوشش کا نتیجہ تھا سچ بتا کہ تجھ کو اس انگریز کے وعدۂ زبانی کا زیادہ آسرا تھا یا ہمارے تحریری[17] تمسک وَمَا مِنْ[18] دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا کا اگر تو ہم کو صمیم قلب سے حاضر[19] و ناظر[20]۔ سمیع[21] و بصیر[22] و قادر[23] جانتا تھا تو گناہ پر تجھ کو کیونکر جسارت[24] ہوتی تھی

---

[1] اپنی اپنی جان ۱۲ [2] خدا کی پناہ۔ جب کسی نالائق بیہودہ اور بُری چیز کا مذکور کریں تو یہ کلمہ کہہ لیا کرتے ہیں۔ یہاں شرک وکفر کی وجہ سے معاذ اللہ کہا ۱۲ [3] یعنی خیر ہم لوگوں نے سمجھا تو ہم پر آپ کا حق تھا آپ ہمارے بزرگ تھے ۱۲ [4] پرہیزگاری کا ۱۲ [5] ظاہر ہوتا تھا۔ نکلتا تھا ۱۲ [6] پکا جما ہوا عقیدہ ۱۲ [7] پروردگار ۱۲ [8] تعلیم۔ جب کوئی آدمی مرنے کو ہوتا ہی تو پاس والے اوس کو دین کی باتیں یاد دلاتے ہیں ۱۲ [9] اللہ تعالیٰ اکیلا جس کا کوئی ساجھی نہیں ۱۲ [10] توڑ۔ اعتراض ۱۲ [11] اتنی روٹی کہ رات کو کھا کر سو رہی ۱۲ [12] تلاش ۱۲ [13] بے قرار ۱۲ [14] یعنی تیرے مطلب کو ڈھیل میں ڈال دیا تھا ۱۲ [15] اشارہ ۱۲ [16] نوکری دینے سے مراد ہی ۱۲ [17] لکھی ہوئی دستاویز ۱۲ [18] جتنے جاندار زمین پر ہیں اللہ سب کی روزی کا ذمہ دار ہی ۱۲ [19] ہر جگہ موجود ۱۲ [20] سب چیزوں کو دیکھنے والا ۱۲ [21] سب کی سننے والا ۱۲ [22] سب چیزوں کو دیکھنے والا ۱۲ [23] ہر بات پر قدرت رکھنے والا ۱۲ [24] دلیری ۱۲

توبھول کر کبھی بھاڑ میں تو نہیں کودا کبھی کھولتے پانی میں تو تو نے ہاتھ نہیں ڈالا۔ کبھی جلتی ہوئی آگ کو تو نے مٹھی میں نہیں لے لیا۔ مگر تو گناہوں کا نہایت بے باکی سے مرتکب[1] ہوتا تھا ضرور ہے کہ یا تو تجھ کو ہمارے فرمانے کا یقین نہ تھا کہ گناہ کی سزا آتش دوزخ ہے یا اگر یقین تھا تو تو اُس کو دنیا کی آگ سے کمتر سمجھتا تھا۔ دنیا میں جو کچھ رفاہ[2]۔ جو کچھ عیش و آرام ہم نے تجھ کو بے استحقاق صرف اپنی مہربانی سے عطا کیا تھا کیا تو نے اُس کو ہمیشہ اپنی حسن تدبیر[3] کی طرف منسوب نہیں کیا۔ جو تکلیف تجھ کو دنیا میں پہنچی اگرچہ تو اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں میں کلھاڑی[4] مارا کرتا تھا مگر کیا تو اُس کا الزام ہماری ذات مجمع الصفات[5] پر نہیں لگاتا تھا۔ اے احسان[6] فراموش ہزاروں لاکھوں احسان میں نے تجھ پر کئے اور تجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ بھلا منھ سے اقرار تو کرتا اے ناشکر بے شمار[7] نعمتیں میں نے تجھ کو عطا فرمائیں مگر تجھ پر اتنا بھی اثر نہ ہوا کہ کبھی زبان پر تو لاتا۔ جتنا میں نے تیرے ساتھ سلوک کیا اُتنا ہی تو میری مخالفت پر کمر بستہ[8] رہا۔ جتنی میں تیری رعایت کرتا رہا اُسی قدر تو گستاخ[9] اور شریر ہوتا گیا۔ اِس حیات بے ثبات[10] پر تجھ کو اِتنا گھمنڈ[11] ہو گیا تھا کہ تو اپنے تئیں ہماری خدائی سے باہر لے چلا تھا۔ اِس چند روزہ[12] زندگی پر تو اِس قدر مغرور تھا کہ دائرۂ عبودیت[13] سے اپنے تئیں خارج کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے تجھ کو نیست[14] سے ہست کیا اور خلعت انسانیت سے سرفراز بنایا جو تجھ کو درکار تھا سو دیا جس کا تو حاجت مند تھا سب مہیا[15] کیا ہر حال میں تیرے حافظ۔ ہر کیفیت میں تیرے نگہبان رہے۔ کیا اسواسطے کہ تو کبھی بھول کر بھی ہماری طرف توجہ نہ کرے اور ہمیشہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد[16] ہم سے جدا رکھے جب تو ایک مضغۂ[17] گوشت تھا ضعیف و لایعقل[18] نادان و جاہل ضعیف اتنا کہ نقل و حرکت[19] پر قادر نہیں نادان ایسا کہ خویش[20] و بیگانے کا امتیاز[21] نہیں ہم نے تجھ کو دودھ پلوا پلوا کر توانا کیا اور اپنے بندے

---

[1] یعنی بے دھڑک تجھ سے گناہ سرزد ہوتے تھے ۱۲ [2] فائدہ امن چین ۱۲ [3] یعنی اپنی ہی کوشش کا نتیجہ سمجھا ۱۲ [4] مراد ہے کہ آپ اپنا نقصان کرتا تھا ۱۲ [5] جس میں تمام خوبیاں اکٹھی ہوں ۱۲ [6] احسان کو بھول جانے والا ۱۲ [7] اَن گنت ۱۲ [8] مستعد طیار ۱۲ [9] بے ادب ۱۲ [10] زندگی ناپائدار ۱۲ [11] غرور ۱۲ [12] تھوڑے دن کی ۱۲ [13] بندگی کا حلقہ ۱۲ [14] کچھ نہ تھا پیدا کر دیا ۱۲ [15] موجود ۱۲ [16] یہ محاورہ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص دوسروں کی رائے کے خلاف اپنی سمجھ سے علیحدہ ایک کام کرتا ہے ۱۲ [17] گوشت کی بوٹی ۱۲ [18] بیوقوف ۱۲ [19] ہلنے جلنے کی بھی طاقت نہ تھی ۱۲ [20] اپنے پرائے ۱۲ [21] فرق کرنے کا سلیقہ ۱۲

جو تجھ پر ہر طرح کا شرف رکھتے تھے یعنی تیرے ماں باپ تیری خدمت گزاری کو مقرر کئے اور اُن کے دلوں میں تیری محبت ڈال دی کہ انھوں نے ہمارے حکم سے تجھ کو پالا[1] پوسا اور تو روز بروز چونچال[2] اور خوشحال ہوتا گیا پھر ہم نے عقل کو تیرا اصلاح کار بنایا کہ تو اُس کی مدد سے اپنی آسایش جائز کے واسطے ہر طرح کا سامان بہم پہنچائے، دنیا کے چرند - پرند - حیوانات[3] - نباتات[4] - جمادات[5] سب کو تیرا مطیع[6] فرمان بنا دیا کہ تو اُن پر حکم رانی کرے اور اُن میں متصرف[7] رہے کیا اس لئے کہ تو بہک کر بھی کبھی ہماری طرف رخ نہ کرے اور سدا ہم سے بھاگا بھاگا پھرے - تیری زندگی محض ایک ہستی بے بود[8] تھی دو لمحے تجھ کو تنفس[9] کے لئے ہوا نہ ملتی تو تیرا دم نکل جاتا - ایک رات دن بے آب و دانہ تجھ کو جینا دشوار ہوتا - ممنون ہوا تو سوبگھ گیا اور کبھی نہ سوچا کہ ہمارے طفیل سے غلّہ انبار[10] کے انبار ٹھونس[11] گیا اور کبھی نہ سمجھا کہ ہماری بدولت زندگی بھر کئی کنوئیں تو نے خالی کئے ہوں گے مگر کبھی دھیان نہ کیا کہ ہمارے صدقے میں اور ایک پانی اور ہوا اور غلّہ و غذا کیا ضرورت کی کل چیزیں تو کہاں سے لاتا اور کہاں سے بہم پہنچاتا تھا - ہمارے توشہ خانہ[12] عام سے - مگر اس پر تیری یہ ہیکڑی تھی کہ گویا ہم تیرے قرض دار ہیں یا ہم پر کچھ تیرا ادھار آتا ہے - تو کھاتا تھا اور مکرتا تھا لیتا تھا اور بھول جاتا تھا - دنیا کی باتوں میں تو تیری عقل بڑی رسا[13] تھی مگر تو جان بوجھ کر ہمارے ہی ساتھ تجاہل[14] کرتا تھا - منھ پر آنکھیں تھیں اور اندھا - ایک چھوڑ دو دو کان تھے اور بہرا - زمین آسمان چاند - سورج - ستارے - جنگل - دریا - میدان - انواع و اقسام کے درخت - پھل پھول کھانے کو الوان[15] نعمت - پہننے کو رنگا رنگ خلعت - جواہر بیش بہا[16] - نقرہ و طلا[17] - دنیا بھر کا سامان ہم نے تیرے واسطے مہیا کیا اور ایک تیرے دم کے لئے اس قدر لوازمہ[18] بہم پہنچایا ہم کو یہاں تک تیری خاطر عزیز اور تو ہم سے منحرف[19] ہم کو اس قدر تیری برگ داشت[20] ملحوظ اور تو ہم سے برگشتہ - ہم چاہتے تو ایک ادنیٰ سی چیونٹی تیرے

---

1 پرورش کیا ۱۲ 2 ہوشیار ۱۲ 3 جان دار ۱۲ 4 پھل پھول درخت ۱۲ 5 بے جان چیزیں جیسے مٹی پتھر وغیرہ ۱۲ 6 حکم کا تابع ۱۲ 7 اپنے کام میں لائے ۱۲ 8 بے حقیقت زندگی ۱۲ 9 سانس لینے کے لئے ۱۲ 10 ڈھیر کے ڈھیر ۱۲ 11 کھا گیا - نگل گیا ۱۲ 12 مراد ہے گودام ۱۲ 13 مطلب کو پہنچنے والی ۱۲ 14 جان بوجھ کر اپنے تئیں بے خبر بنانا ۱۲ 15 رنگ برنگ کے کھانے ۱۲ 16 بیش قیمت موتی ۱۲ 17 چاندی سونا ۱۲ 18 سامان ۱۲ 19 برگشتہ پھرا ہوا ۱۲ 20 خاطر داری ۱۲

ہلاک کرنے کو کافی تھی ہم حفاظت نہ کرتے تو خود تیرے جسم میں فساد کا مادہ ایسا تھا کہ ایک ذرا سا روگ تیرے فنا کر دینے کو بہت تھا مگر ہم تجھ سے دوستی کرتے تھے اور تو ہم سے عداوت۔ ہم عنایت کرتے تھے اور تو طغاوت[1] کیا یہی تھا بدلہ جو تو نے ہم کو دیا۔ کیا یہی تھا صلہ[2] جو تجھ سے ہم کو ملا۔ ہم نے تجھ کو دنیا میں بھیجتے وقت کیا تاکید کی تھی کہ دیکھ روح ایک جوہر لطیف[3] ہے اور مجھ کو بہت ہی عزیز ہے ایسا نہ کرنا کہ اس کو دنیا میں جا کر بگاڑ لائے۔ یہ میری عمدہ امانت اور نفیس ودیعت[4] ہے دیکھ اس کی احتیاط کما ینبغی[5] اور حفاظت کما حقہ[6] کیجیو جیسا اُجلا شفاف براق روشن یہاں سے لئے جاتا ہے ایسا ہی دیکھ لوں گا۔ آج تو اسے روسیاہ اس کو لایا ہے تو تجھ سے بدتر اور ٹھیکری سے کمتر ناکارہ نجس۔ ناپاک۔ تیرہ۔ بے آب۔ بدرونق خراب ہم نے تو تجھ سے چلتے چلتے کہہ دیا تھا کہ تو دنیا میں دل مت لگائیو اور اس طرح رہیو جیسے سرائے میں مسافر تو وہاں گیا تو بس وہیں کا ہو رہا اور ایسی لمبی تان کر سویا[7] کہ قبر میں آ کر جاگا۔ تھا تو مسافر اور بن بیٹھا مقیم۔ تھا تو سیاح[8] اور ہو گیا متوطن۔ کیا تو تمام عمر دنیا میں مال نہیں جمع کرتا رہا اور کیا تو نے پکی پکی عمارتیں اس خیال سے نہیں بنوائیں کہ مدتوں ان میں رہے گا۔ مسافر کا یہی کام ہے۔ سیاح کا یہی شیوہ ہے۔ تو تو جانتا تھا کہ تجھ کو یہاں لوٹ کر آنا ہے پھر مرنے کے نام سے تجھ کو موت کیوں آتی تھی اور چلنے کی خبر سن کر تو جلتا کیوں تھا۔ اول تو تجھ کو ہماری عبادت کا اتفاق ہی نہیں ہوا لیکن جب کبھی تو لوگوں کی شرم حضور ریا دکھاوے یا اتباع[9] رسم کی وجہ سے مصروف عبادت ہوا بھی تو کس طرح کہ دل کہیں تھا اور تو کہیں۔ کوئی نماز بھی تیری سجدۂ سہو[10] سے خالی تھی۔ دنیا کی برسوں کی بھولی بسری باتیں تجھ کو نماز میں یاد آتی تھیں اور نماز تو کیا پڑھتا تھا گھاس کاٹتا تھا۔ نہ تعدیل[11] ارکان ٹھیک۔ نہ قومہ[12] درست۔ نہ قعدہ[13] صحیح۔ برس بھر تو دوزخ شکم کو اناپ شناپ بھرتا رہتا تھا بارہویں مہینہ میں صرف ایک مہینہ کے روزے رکھنے کا ہم نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ تجھ کو ہماری نعمتوں کی قدر ہو

---

[1] سرکشی ۱۲ [2] انعام ۱۲ [3] پاکیزہ جوہر ۱۲ [4] امانت ۱۲ [5] جیسی چاہیئے ۱۲ [6] جیسا حفاظت کا حق ہے ۱۲ [7] محاورہ ہے یعنی خوب پاؤں پھیلا کر سویا ۱۲ [8] لفظی معنی بہت سیر کرنیوالا یہاں مراد ہے کہ دنیا میں سیر کرنے کو آیا تھا اور اس طرح جم کر ہو بیٹھا کہ گویا کبھی یہاں سے چلنا ہی نہیں ۱۲ [9] رسم و رواج کی پابندی ۱۲ [10] اہل اسلام کے نزدیک نماز میں بعض ارکان کی کمی یا زیادتی سے نماز کے بعد دو سجدے کئے جاتے ہیں جن سے نماز پوری ہو جاتی ہے ۱۲ [11] نماز میں رکوع و سجود وغیرہ کو آہستگی اور اطمینان کے ساتھ ادا کرنا ۱۲ [12] کھڑا ہونا ۱۲ [13] بیٹھنا ۱۲

تجھ کو اپنے ابنائے جنس[1] پر جو مبتلائے مصیبت ہیں رحم آئے اور تیری صحت بدنی کو بھی نفع پہنچے تیرے مزاج میں فروتنی[2] اور انکسار کی صفت محمود کہ یہ ادا ہم کو بہت بھاتی ہے پیدا ہو لیکن یوں دنیا کے کام دھندے میں تو تو دن دن بھر بے آب ودانہ مصروف رہا نہ شکوہ نہ گلہ تازہ دم ہشاش بشاش[3]۔ پھر کھانا تھوڑے کو موجود مگر روزہ چونکہ ہمارے حکم سے تھا دن میں سیکڑوں مرتبہ تو پیاس کی شکایت اور جو آیا اس سے ضعف وناتوانی کی حکایت العطش[4] اور الجوع[5] ہی تیرے دو وظیفے[6] تھے روزہ افطار کیا اور تو بدحواس ہو کر چارپائی پر ایسا گرا کہ گویا جان نہیں باوجودے کہ تو دو دو دن کا کھانا ایک ہی رات میں کھا لیتا تھا پھر بھی اس تصور سے کہ کل پھر روزہ رکھنا ہے تیری جوع البقر[7] کو کسی چیز سے سیری نہیں ہوتی تھی۔ تو عید کا اس طرح منتظر رہتا تھا جیسے کوئی قیدی تاریخ رہائی کا تیرا بس چلتا تو ۲۹[8] کیا ۱۹ کی عید کرتا۔ کیا ایسے ہی روزوں کے ثواب کا تو امیدوار اور اجر کا متوقع ہے میں نے تجھ کو انسان بنا کر بھیجا تا کہ مصیبت زدوں کی ہمدردی کرے مگر تو نے ایسی تن آسانی اختیار کی کہ راحت پہنچانا تو درکنار دوسروں کو تکلیف دے کر بھی اپنی آسایش حاصل کرنے میں تجھ کو باک[9] نہ تھا۔ تیرے ہمسائے ہمارے بندے رات کو فاقے سے سوتے تھے اور تجھ کو سوء ہضم[10] کے علاج سے اُن کی پرداخت[11] کی پروا نہ تھی۔ تیرے پڑوس میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جاڑے کی لمبی راتیں آگ تاپ تاپ کر سحر کرتے اور تو دوہرے دوہرے لحاف اور بھاری بھاری توشکوں میں چین سے پاؤں پھیلا کر سوتا۔ نعمت مال ودولت جو ہم نے تجھ کو عطا کی تھی تو نے تکلفاتِ لایعنی[12] اور نمود ونمایش کی غیر ضروری چیزوں میں بہت کچھ تلف[13] کی اور جو لوگ اس کے سخت حاجت مند تھے ترستے کے ترستے رہ گئے۔ تیری سب خباثتیں[14] مجھ کو معلوم ہیں تو نے درماندگی[15] کا نام خدا رکھ چھوڑا تھا۔ جب تک سعی وتدبیر سے تجھ کو کاربراری کی امید ہوتی تھی تجھ کو ہرگز پروا نہیں ہوتی تھی کہ خدا بھی کوئی چیز ہے اور انتظامِ دنیا میں اُس کو بھی کچھ دخل ہے۔ مگر ہاں جب تو عاجز اور درماندہ ہوتا تھا

---

[1] تجھ جیسے لوگ۔ بنی آدم ۱۲ [2] عاجزی ۱۲ [3] خوش وخرم ۱۲ [4] پیاس ۱۲ [5] بھوک ۱۲ [6] یعنی یہی دو شکایتیں ہر وقت تیری زبان پر جاری تھیں ۱۲ [7] گائے بیل کی سی بھوک جو کبھی کھانے سے سیر نہیں ہوتے ۱۲ [8] مسلمان ۲۹ کے چاند کی عید سے زیادہ خوش ہوتے ہیں ۱۲ [9] خوف ۱۲ [10] بدہضمی ۱۲ [11] پرورش ۱۲ [12] بےکار ۱۲ [13] ضائع کی ۱۲ [14] شرارتیں ۱۲ [15] بے بسی یعنی جب تدبیر سے کام نہ چلتا تھا اور تو عاجز ہو جاتا تھا تو اُس وقت تجھ کو خدا یاد آتا تھا ۱۲

تب تو خدا کو یاد کرتا تھا۔ اگر ہماری خدائی اور سلطنت تیری ذرا برابر بندگی کی محتاج ہوتی تو تو نے اس کے اٹھا دینے میں کچھ کوتاہی نہیں کی۔ تو نے ہمارے فرمان واجب الاذعان[1] کی بے حرمتی[2] اور احکام لازم الاحترام[3] کی بے توقیری کی اور تو نے اپنا برا نمونہ دکھا کر میرے دوسرے بندوں یعنی اپنے فرزندوں کو بھی گمراہ کیا۔ ہر روز تو لوگوں کو مرتے دیکھتا اور سنتا تھا کیا تجھ کو نہیں سمجھنا چاہیے تھا کہ ایک دن تو بھی مرے گا۔ خود تیری حالت میں کتنے انقلاب واقع ہوئے لڑکے سے جوان ہوا جوانی سے بڈھا ناتوان بال تیرے سفید ہوئے دانت تیرے ٹوٹے۔ کمر تیری جھکی۔ قوتوں میں تیری فتور[4] آیا۔ غرض ہم نے تجھ کو سوتا دیکھ کر بہتیرا جھنجھوڑا۔ بہتیرے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیئے۔ کئی بار اٹھا اٹھا کر بٹھا دیا مگر تیرے نصیب کچھ ایسے سوتے تھے کہ تو نے ہی کروٹ نہ لی ؎

تمامی عمر تو غفلت میں سویا — ہمارا کیا گیا اپنا ہی کھویا

سخت گیری[5] خود ہماری عادت نہیں اور سخت گیری ہم کریں بھی تو کس پر اپنے بندوں پر جن کا مارنا اور جلانا ہر وقت ہمارے اختیار میں ہے مگر جب بندہ بندہ ہو اور ہم کو اپنا مالک سمجھے نہ خرِ نا شخص[6] کہ ہم تو دیں نون اور وہ لے کہ میری آنکھیں پھوٹیں۔ ہم سے زیادہ بھی کوئی درگزر کرنیوالا ہوگا کہ ایک معذرت[7] پر عمر بھر کے گناہوں کو ہم نے قاطبۃً[8] بھلا دیا ہے۔ لیکن توبہ و استغفار[9] ندامت و حسرت کا اظہار بھی تو کوئی کرے۔ ہماری رحمت حیلہ جو[10] ہماری رافت[11] بہانہ طلب کتنی کتنی بار جوش میں آئی مگر ہم نے اس کو صرف کرنے کا موقع نہ پایا۔ اگر بندہ ہمارے ساتھ نسبتِ عبودیت[12] صحیح رکھتا تو ہم اس کی لاکھ برائیوں پر خاک ڈالتے ہم کو تو بڑی شکایت یہی ہے کہ اس نے ہم کو معبود ہی نہ گردانا عالم اسباب میں رہ کر اسباب پرست ہو گیا۔ پھر ہم جو دیکھتے ہیں تو ہمارے احکام بھی کچھ سخت نہ تھے کھانے کو ہم نے نہیں روکا سونے کو ہم نے منع نہیں کیا۔ تمتعاتِ دنیوی[13]

---

[1] حکم جسکا تعمیل کرنا ضرور ہو ۱۲ [2] ہمارے احکام جن کی عزت کرنی لازم تھی ۱۲ [3] بے عزتی ۱۲ [4] ضعف آیا ۱۲ [5] سختی کرنا ۱۲ [6] خر گدھا۔ ناشخص بے ٹھکانے ۱۲ [7] عذر اہل اسلام کے ہاں لکھا ہے کہ اگر تمام عمر کوئی شخص برے کام کرے اور پھر خدا کے سامنے سچائی کے ساتھ عذر کرے تو اسکے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ گویا گناہوں کا معاف کرنا اپنے اختیار میں ہے ذرا ندامت کا اظہار ہوا اور گناہ معاف ۱۲ [8] بالکل ۱۲ [9] معافی مانگنا ۱۲ [10] یعنی خدا کی رحمت حیلے اور بہانے ڈھونڈا کرتی ہے ۱۲ [11] شفقت یہ کسی قدر رحمت سے بڑھی ہوئی ہے یہ بھی موقع اور محل کی منتظر رہتی ہے ۱۲ [12] بندگی ۱۲ [13] دنیا کے فائدے ۱۲

ہم نے باز نہیں رکھا پھر جو تو نے ان کی بجا آوری نہ کی تو سوائے تیری بدنفسی[1] کے اور تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ ای شخص نجات جس کا ثواب نہایت آرزومندی کے ساتھ خواہاں ہے کاش زندگی میں تجھ کو اس کی اتنی ہی پروا ہوتی جیسے اَردُ[2] پر سفیدی۔ دنیا کے چھوٹے چھوٹے نقصان اور ذرا ذرا سے زیان تجھ کو مضطر[3] اور بے چین کر دیا کرتے تھے اگرچہ کیا دنیا اور کیا دنیا کا خسارہ[4] کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا لیکن تباہی دین کی تجھ کو خبر تک بھی تو نہیں ہوئی ای کاش تجھ کو نماز کے قضا ہونے کا اتنا ہی رنج ہوتا جتنا ایک مٹی کے پرانے آبخورے کے ٹوٹ جانے کا ہوتا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ اب تجھ کو بہت ہی بڑی ندامت ہے۔ لیکن اس ندامت کا کچھ ماحصل[5] نہیں اس واسطے کہ یہ دار الجزا[6] ہے دار العمل[7] نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تو ایک بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا لیکن حجت تمام کرنے کی نظر سے ہم تجھ کو مہلت دیتے ہیں جا اپنے نامۂ اعمال[8] کو دیکھ اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر کوئی بات ہم سے بیان کر بشرطیکہ معقول اور قابل قبول ہو۔

خواب سے بیدار ہو کر نصوح کو اپنی اور اپنے خاندان کی لائعنی زندگی پر سخت تاسف ہوا اور اُسنے تلافیٔ مافات[9] کا عہد کر کے فہمیدہ اپنی بی بی سے ماجرائے خواب بیان کیا اور اصلاح خاندان کیلئے اُسکو اپنا مددگار بنایا

باپ نے جو یہ رام کہانی سنائی بیٹے پر اس طرح کی ہیبت چھائی کہ چونک پڑا۔ جاگا تو پھر وہی دالان تھا اور

[1] بدذاتی ۱۲ [2] محاورہ ہے مراد اس سے مقدار قلیل ہے یعنی ذرا سی بھی پروا ہوتی ۱۲ [3] بے قرار ۱۲ [4] گھاٹا یا نقصان ۱۲ [5] کچھ فائدہ نہیں ۱۲ [6] بدلے کا گھر یعنی جو کچھ دنیا میں کیا ہے یہ وقت اس کے بدلے کا ہے ۱۲ [7] کام کرنے کا گھر مراد اس سے دنیا ہے ۱۲ [8] وہ کاغذ جس میں انسان کے تمام بُرے بھلے کام جو اُس نے دنیا میں کئے ہیں لکھے ہوں گے ۱۲ [9] جو کام کرنے سے رہ گیا تھا اس کا عوض یعنی اس نے اپنے دل میں عہد کیا کہ میں نے جو غفلت سے اپنا زمانہ برباد کیا ہے کسی طرح اس کی کسر نکالوں ۱۲